OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

قصۂ آدم کا روایتی و تمثیلی تصور: ایک مطالعہ

A Study of the traditional and allegorical Conception of the Story of Adam

Samiya Ather

Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Sargodha

Hussain Akram Mohayyodin

Mphil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sargodha

Abstract

The story of Adam, a central narrative in Islamic texts, presents a rich tapestry of historical and symbolic significance. This paper explores the dual perspectives of the story's traditional and symbolic dimensions. From a traditional standpoint, the story is considered a historical account detailing the creation of Adam, his life in paradise, and his subsequent exile to Earth, as narrated in the Quran and Hadith. Conversely, the symbolic perspective interprets the story as a metaphor for human nature, ethical struggles, and spiritual lessons. This analysis aims to examine how these interpretations intersect and influence contemporary understanding, emphasizing the story's role in conveying moral and existential insights. By evaluating both traditional beliefs and symbolic interpretations, this paper seeks to provide a comprehensive understanding of the narrative's multifaceted significance in religious and philosophical contexts.

CC BY

Keywords: Story of Adam (as), Allegory, Islamic Traditions, Religious Interpretation, Symbolism in Scripture, Literal vs. Metaphorical

تمہید

زمین پر زندگی کا آغاز کیسے ہوا؟ یہ وہ سوال ہے جو ہر تفکر پسند انسان کے ذہن میں جنم لیتا ہے۔ اس سوال کو الہامی مذاہب نے بھی، اگرچہ تفصیلی نہیں مگر ضمناً زیر بحث ضرور لایا ہے، الہامی مذاہب خصوصاً اسلام کی تعلیمات سے نوع انسانی کی زمین پر ابتداء کی تفہیم نظریہ تخلیق سے کی جاتی ہے جسے قصہ ء آدم کی صورت میں قرآن مجید اور احادیث میں کثرت سے بیان کیا گیا ہے، یعنی حضرت آدم کو اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا اور اس کے بعد حوا کو ان کی پسلی سے پیدا کیا پھر انہیں جنت میں ٹھہرایا کر زمین پر بھیج دیا گیا اور نسل انسانی کا آغاز ہوا، دوسری طرف سائنس میں نظریہ ارتقاء پختہ تصور کیا جاتا ہے، ڈارون نے اس نظریے کو غیر معمولی تقویت فراہم کی جس کے بعد سائنس میں ابھی تک یہی نظریہ زمین پر زندگی کے آغاز کے حوالے سے درست تشریح پیش کرتا ہے، نظریہ ارتقاء کے بعد بہت سے جدید مسلم مفکرین نے قصہ ء آدم کی تشریح نئے زاویے سے کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی بھی علماء کی اکثریت قصہ ء آدم کو روایتی ہی قرار دیتے ہوئے نظریہ تخلیق کو ہی درست سمجھتے ہیں۔

قرآن میں لفظ آدم اور قصہ ء آدم

قرآن مجید میں 25 مقامات پر لفظ آدم آیا ہے، ان میں سے بعض مقامات ایسے ہیں جہاں قصہ ء آدم بیان کیا گیا ہے اور اسی تسلسل میں وہاں آدم کا لفظ ہے، قصہ ء آدم قرآن مجید میں 7 مختلف مقامات پر مذکور ہے۔ سورۃ البقرہ[1] میں قصہ ء آدم میں لفظ آدم 5 مرتبہ، سورۃ الاعراف[2] میں 2 مرتبہ، سورۃ الحجر[3] میں قصہ ء آدم موجود ہے مگر آدم کی جگہ لفظ بشر استعمال کیا گیا ہے، سورۃ الاسراء[4] میں 1 دفعہ، سورۃ الکہف[5] میں بھی 1 دفعہ، سورۃ طہ[6] میں 4 دفعہ اور سورہ ص[7] میں بھی قصہ ء آدم موجود ہے مگر یہاں بھی آدم کی جگہ لفظ بشر استعمال ہوا ہے، یعنی پورے قرآن مجید میں بطور قصہ ء آدم لفظ آدم 13 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ 7 مرتبہ بیان کیے گئے قصہ ء آدم میں 5 مرتبہ اسے لفظِ آدمؑ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ان میں بھی 2 مقامات پر صرف فرشتوں کے سجدے کرنے کا ذکر کیا گیا (تخلیق کا ذکر موجود نہیں) اور ان 2 مقامات پر صرف 1 بار آدم کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ قصہ ء آدم لفظِ بشر کے ساتھ 2 مرتبہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

قرآن مجید میں 25 مرتبہ مذکور لفظ آدم کو 13 بار قصہ ء آدم کے تسلسل میں ذکر کیا گیا ہے، جبکہ 9 مرتبہ آدم کا لفظ اولادِ آدم یعنی بنی آدم یا بنی آدم کے طور پر موجود ہے، جبکہ بقیہ 3 مرتبہ میں 1 مرتبہ حضرت آدم سے اللہ تعالی کا وعدہ لینا[8]، 1 مرتبہ پیغمبران خدا کے ناموں کے ساتھ[9]، 1 مرتبہ حضرت عیسی کی پیدائش کو حضرت آدم کی مثل کہنے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔[10]

لغت میں آدم کا معنی و مفہوم

لغت میں جو لفظ "آدم" کے معنی بیان کیے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔الصحاح میں آدم کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں "الادم: جمع الاديم، مثل أفيق وأفق. وقد يجمع على آدمة، مثل رغيف وأرغفة، عن أبي نصر. وربما سمي وجهُ الأرض أديماً"[11] "یعنی آدم جمع ہے ادیم کی اور اس کی جمع آدمۃ بھی آتی ہے، سطح زمین بھی ادیم کہلاتی ہے۔المعجم الوسیط میں لفظ آدم کے معنی یوں درج ہیں": بينهم أدما أصلح وَألف[12] "یعنی ان کے درمیان درستگی پیدا کی اور الفت پیدا کی، ایک حدیث میں بھی یہ لفظ الفت اور محبت کے معنی میں مستعمل ہے۔[13] امام جلال الدین سیوطی اور امام قرطبی نے اپنا تفاسیر میں صحابہ و تابعین کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے آدم کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ سطح زمین سے پیدا کیا ہوا شخص، جس کا رنگ سرخ، سفید یا گندمی تھا، اسی بنا پر ان کو آدم کہا گیا۔[14]

مندرجہ بالا دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے آدم کے دو معنی مراد لیے جاسکتے ہیں اول سطح زمین سے پیدا کیا ہوا شخص، جس کا رنگ سرخ، سفید یا گندمی تھا، اسی بنا پر ان کو آدم کہا گیا، دوسرا اس کے معنی موافقت اور الفت کے بھی ہیں کیونکہ انہی سے ساری دنیا کی تخلیق ہوئی اور لوگوں نے مل جل کر رہنا شروع کیا۔

آدمؑ کی شخصی حیثیت

قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ آدم استعمال ہوا ہے تقریباً تمام علماء نے ان سے ایک خاص شخصیت یعنی پیغمبر حضرت آدمؑ مراد لیے ہیں، بطور دلیل بے شمار روایات اس مؤقف کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہے، صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ[15]، رسول اللہ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ہفتے کے سات دنوں میں تخلیق کی گئی مختلف چیزیں کے بارے میں بتایا اور آخر میں یعنی جمعہ کے دن آدمؑ کی تخلیق کے متعلق بتایا، آدمؑ کی تخلیق کے متعلق مزید وضاحت جامع ترمذی کی اس حدیث سے ملتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کے ہر حصے سے ایک مٹھی مٹی لے کر اس سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، چنانچہ ان کی اولاد میں مٹی کی مناسبت سے کوئی لال، کوئی سفید، کالا اور ان کے درمیان مختلف رنگوں کے اور نرم مزاج و گرم مزاج، بد باطن و پاک طینت لوگ پیدا ہوئے۔[16] ایک اور روایت ہے جس میں حضرت آدمؑ اور موسیٰؑ کے مکالمے کا ذکر ہے۔ جس سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ آدمؑ ایک پیغمبر ہیں اور قصہ ء آدم واقعتاً کوئی تاریخی واقعہ ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے بالکل واضح ہے۔[17] حضرت انس سے مروی رویات بھی اسی بات کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے جسدِ خاکی کو جب تک چاہا جنت میں رکھا، ابلیس اس کے ارد گرد گھوم کر دیکھنے لگا کہ وہ کیسا ہے جب اس نے دیکھا کہ وہ اندر سے کھوکھلا ہے تو اس نے جان لیا کہ وہ اس پر قابو پاسکتا ہے۔[18] اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ آدمؑ کی تخلیق جنت میں کی گئی۔ یہ چند روایات ہیں اسی طرح بے شمار روایات ایسی ہیں جن سے بالکل یہ واضح ہوتا ہے کہ قصہ ء آدم میں آدم تمثیلی نہیں بلکہ فرد واحد ہے اور باقی جتنی چیزیں اس قصے میں بیان کی گئی ہیں وہ تاریخی نوعیت کی ہیں۔ ان تمام روایات کو امام ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں خلق آدم کے متعلق احادیث کے عنوان سے نقل کیا ہے۔[19] ان روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسانِ اول یعنی حضرت آدم کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے کی اور انہیں جنت میں رکھا پھر گناہ سرزد ہونے کی صورت میں انہیں زمین پر بھیج دیا، دوسری طرح قصہ ء آدم کو

تمثیلی قرار دینے والے حضرات آدمؑ کو پیغمبر تو مانتے ہیں مگر انسان اول قرار نہیں دیتے، ان کا مؤقف یہ ہے کہ جب نوع انسانی وجود میں آئی تو انہی میں سے اللہ تعالی نے ایک کا انتخاب کر کے انہیں پیغمبری منصب پر فائز کیے جنہیں آدمؑ کہا گیا ہے۔ علامہ عبد الکریم اثری نے لفظ آدم سے نوع انسانی مراد لی ہے۔[20] علامہ اسد اسے اپنی تفسیر میں اسے تمثیلی قرار دیتے ہیں[21] اور سر سید احمد خان[22]، غلام احمد پرویز[23] اور خلیفہ عبد الحکیم علامہ اقبال کے حوالے سے قصہ ء آدم کو تمثیلی قرار دیتے ہیں۔[24] یہ تمام حضرات مندرجہ بالا روایات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف قرآن مجید کے متن سے عقلی استدلال کی بنیاد پر اپنے مؤقف کو پیش کرتے ہیں، ان کے بیانیے کی تائید میں کوئی مضبوط نقلی دلیل نہیں ملتی البتہ آدم ایک تھا کئی اس بارے میں کچھ روایات ہمیں کتب تفاسیر میں ملتی ہیں۔

کئی لاکھ آدم تخلیق کرنے کا تصور

حضرت آدمؑ پیغمبر تھے اس سے کسی صورت انکار ممکن نہیں، لیکن آدم صرف ایک تھے یا کئی آدم دنیا میں آئے اس بارے میں ہمیں یہ رائے بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ آدم صرف ایک نہیں، کئی تھے لیکن ان میں سے ایک آدم کو اللہ تعالی نے پیغمبری کے منصب پر فائز فرمایا۔ چناچہ امام آلوسی اپنی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی نے دس لاکھ آدم پیدا فرمائے[25]۔ جدید انسان سب سے آخری آدم کی اولاد ہیں، اسی طرح دس لاکھ آدم کی تخلیق کا قول امام باقر سے بھی مروی ہے۔[26]" آدم کی کثیر تعداد کا تصور اہل تشیع کے ہاں دیکھنے کو ملتا ہے امام آلوسی نے اہل تشیع کے اقوال نقل کر کے ان کی تردید کی ہے۔ بہر حال اہل تشیع کے ہاں ایسی روایات کثرت سے موجود ہیں جن میں کئی لاکھ آدم تخلیق کرنے کا ذکر ملتا ہے امام رازی نے بھی اپنی تفسیر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔[27] شیخ اکبر محی الدین العربی نے بھی فتوحات مکیہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ آدم سے پہلے بھی کئی آدم گزرے ہیں، جس کا علم انہیں دوران کشف ایک آدمؑ سے ملاقات کے وقت ہوا۔[28] اس ملاقات کا احوال شیخ اکبر نے روحانی معراج کے دوران حضرت ادریس سے بھی بیان کیا تو انہوں نے ان کی تائید فرمائی۔[29] ڈاکٹر اسرار احمد نے بھی اپنی تفسیر میں ایک جگہ آدمؑ کے متعلق گفت گو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآنی آیات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے پہلے کئی انواع پیدا کیں تھی پھر ان میں سے آدمؑ کو منتخب کیا گیا۔[30] عبد الوہاب نجار المصری نے بھی ایک جگہ آدم کے کئی لاکھ ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے البتہ وہ اسے بلا دلیل قرار دیتے ہیں۔[31] اس سے واضح ہوتا ہے کہ کئی لاکھ آدم تخلیق کرنے کا تصور کسی حد تک مسلمانوں میں موجود ہے، اس سے جدیدیت پسند علماء کے مؤقف کو زیر غور لایا جا سکتا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالی نے مختلف انواع میں سے نوع انسانی کو تخلیق کر کے انہی میں سے ایک خاص شخصیت کو منصب پیغمبری پر فائز کیا ہو، جنہیں ہم حضرت آدم قرار دیتے ہیں، لیکن اس کے مدمقابل صحیح الاسناد روایات وافر مقدار میں موجود ہیں جو اس مؤقف کی مخالفت کرتی دکھائی دیتی ہیں، دوسرا قصہ ء آدم میں بیان کردہ مختلف نکات بھی اس پر سوالیہ نشان ہیں۔

قصہ ء آدم کی توجیہ

قصہ ءآدم کی توجیہ روایتی اور تمثیلی دونوں انداز سے کی گئی ہے مجموعی طور پر اسے روایتی انداز میں ہی درست تسلیم کیاجاتاہے، قرآن میں بیان کردہ قصہ ءآدم کو اگر احادیث کی روشنی میں رکھ کر دیکھا جائے تو اس کی تمثیلی حیثیت کا کوئی احتمال نہیں رہتا لیکن اگر صرف قرآن مجید کی آیات کو مد نظر رکھا جائے تو قصہ ءآدم میں تاویل کی گنجائش موجود ہے جیسا کہ جدیدیت پسند علماء کرتے ہیں۔

آدم کو تعلیم کیے گئے اسماء

آدم کو تعلیم کیے گئے اسماء سے متعلق جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ آدمؑ کو اللہ تعالی نے اپنی تمام اولاد کے نام ایک ایک کر کے سکھائے، تمام جانوروں کے حتی کہ یہ بھی بتایا گیا کہ یہ گدھا ہے۔ یہ اونٹ ہے اور یہ گھوڑا ہے۔ اسی طرح آسمان، زمین، میدان ،سمندر وغیرہ کے اسماء سکھائے گئے[32] علاوہ ازیں تمام جانوروں، پرندوں حتی کے ہر چیز کے نام سکھانے کے اقوال کثرت سے موجود ہیں۔[33] مولانا عبد السلام بھٹوی[34] اور علامہ غلام رسول سعیدی[35] نے ان اسماء سے مراد یہی نام لیے ہیں جن کا ذکر مندجہ بالا سطور میں کیا گیا ہے جبکہ جدیدیت پسند علماء قصہ ءآدم کو ایک شخص کا قصہ قرار دیتے بلکہ نوع انسانی کی مجموعی کیفت کا بیان سمجھتے ہیں لہذا وہ آدم کو تعلیم کیے گئے اسماء سے مراد تمام محسوسات اور معقولات اور متخیلات کا علم لیتے ہیں۔[36] سر سید احمد خان اپنے مؤقف کی تائید میں علامہ بیضاوی کا حوالہ[37] دیتے ہوئے بھی لکھتے ہیں کہ اسماء کے بارے میں بھی ان کا مؤقف یہ تھا۔ علامہ اسد بھی آدمؑ کو سکھائے گئے اسماء سے مراد انسان کی فطرت میں علوم کی استعداد کا مادہ قرار لیتے ہیں۔[38] اسی طرح مولانا مودودی روایت پسند عالم ہونے کے باوجود اسماء کا مفہوم قدر وسیع لیتے ہوئے اسے تمام اشیاء کا علم قرار دیتے ہیں لیکن اسے آدمؑ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں دیگر جدیدیت پسند علماء کی طرح اسے انسانی فطرت یا تاریخ کا تمثیلی انداز سے بیان قرار نہیں دیتے۔[39]

سجدہ ءآدم

سجدہ آدم سے متعلق جمہور علماء کا مؤقف یہ ہے کہ یہ ایسا ہی سجدہ جیسے ہم انسان دوران نماز کرتے ہیں، اس سجدے کے بارے میں روایت پسند علماء کی بھی دو آراء سامنے آتی ہیں اول یہ سجدہ تعظیمی تھا جسے آدمؑ کی تکریم اور عزت کے لیے کروایا گیا[40] دوم یہ سجدہ آدمؑ کو بطور قبلہ کیا گیا سجدہ تو دراصل اللہ تعالی کے لیے تھا۔[41] قول اولی کو زیادہ راجح قرار دیا گیا ہے امام رازی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[42] جبکہ ایک تیسرا قول بھی موجود ہے جس کے مطابق سجدے سے مراد عاجزی ہے نہ کہ جھکنا اور پیشانی کو زمین پر رکھنا لیکن اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔[43] علامہ غلام رسول سعید[44] اور مولانا عبد السلام بھٹوی[45] قول اولی کو ترجیح دیتے ہوئے اس سے مراد ایسا ہی سجدہ لیتے ہیں جیسے ہم دوران نماز کرتے ہیں۔ البتہ مولانا مودودی اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقہ ء کائنات میں جس قدر فرشتے مامور تھے ان سب کو انسان کے لیے مطیع و مسخر ہو جانے کا حکم دیا۔[46] دوسری طرح جدیدیت پسند علماء میں سر سید احمد خان روایتی تعبیر کی سخت تردید کرتے ہیں اور سجدہ ءآدم کے معنی فرمانبرداری اور تذلل کے لیتے ہیں۔[47] یہاں پر بھی سر سید اپنے مؤقف کی تائید میں علامہ بیضاوی کی رائے کو نقل کرتے ہیں۔[48]

غلام احمد پرویز کے نزدیک اسے سجدہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدے میں ایک طرح سے اطاعت کا اظہار ہوتا ہے اور فرشتوں کا سجدہ یہی ہے کہ فرشتے خدا کے حکم سے انسان کے آگے جھک گئے ہیں اور اطاعت کر رہے ہیں۔[49] علاوہ ازیں علامہ اسد بھی سجدہ آدم کو علامتی سمجھتے ہیں اور پورے قصہ آدم کو تمثیلی قرار دیتے ہیں۔[50]

مسکنِ آدم اور جنت

آدمؑ کو تخلیق کرنے کے بعد جنت میں ٹھہرایا گیا، اس جنت سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ وہی حقیقی جنت ہے جس میں انسان بعد از حساب و کتاب داخل ہوں گی یا کوئی اور مقام ہے؟ دونوں آراء کو مفسرین نے نقل کیا ہے۔[51] لیکن زیادہ راجح یہی رائے ہے جسے جمہور نے قبول کیا ہے کہ اس جنت سے مراد وہی حقیقی جنت ہے جس میں انسان بعد از حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔[52] علامہ غلام رسول سعیدی[53]، مولانا عبد السلام بھٹوی[54] اور مولانا مودودی نے بھی مسکن آدم کے بارے میں واضح طور پر اسے جنت الماوی یعنی حقیقی جنت قرار دیا ہے[55]، ان روایت پسند علماء میں کسی نے بھی مسکن آدم کو تمثیلی نہیں کہا، دوسری طرف روایت پسند علماء اسے تمثیلی قرار دیتے ہیں چنانچہ سر سید جنت کی تعبیر کرتے ہوئے اسے انسان کی فطرت کے اس وقت کا بیان قرار دیتے ہیں جب وہ امر و نہی کا پابند نہیں ہوتا یعنی عاقل نہیں ہوتا۔[56] غلام احمد پرویز جنت سے مراد نوع انسانی کا وہ ابتدائی دور لیتے ہیں جس میں جس میں سامان رزق کی فراوانیاں تھیں اور انسان کی تمدنی زندگی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔[57] علامہ اقبالؒ نے بھی اپنے خطبات میں آدمؑ کی بہشت کا ذکر کرتے ہوئے مسکن آدمؑ دائمی جنت کو قرار نہیں دیا بلکہ اس سے مراد اشارہ حیات انسانی کی کے اس ابتدائی دور کی طرف ہے جس میں انسان کا اپنے ماحول سے ابھی عملا کوئی رشتہ قائم نہیں ہوا تھا۔[58]

شجر ممنوعہ

قصہ آدم میں شجر ممنوعہ سے مراد تمام تر مفسرین نے حقیقی بہشت میں موجود مخصوص درخت کو لیا ہے۔ امام ابن کثیر نے تمام تر اقوال کو اس ضمن میں نقل کیا ہے[59] بعض نے اسے کھجور کا درخت قرار دیا ہے، بعض نے گندم کا تو بعض نے انجیر کا تو بعض نے زیتون کا[60]، البتہ تمام مفسرین اسے ایسا ہی ایک درخت قرار دیتے ہیں جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ البتہ اس بات پر اختلاف ہے کہ یہ کونسا درخت تھا، قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں کوئی قطعی دلیل نہیں ملتی جس سے استدلال کر کے اس کسی خاص نوع کا پودا قرار دیا جائے، امام ابن جریر نے اس معاملے میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے اور اس بحث کا لاحاصل اور غیر ضروری قرار دیا ہے۔[61] عبد السلام بھٹوی شجر ممنوعہ سے متعلق تمام تر اقوال کو بلا دلیل قرار دیتے ہیں[62]، علامہ غلام رسول سعیدی[63] تمام اقوال نقل کر کے کسی کو بھی ترجیح نہیں دیتے اور مولانا مودودی اس بحث کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔[64] دوسری طرف جدیدیت پسند حضرات میں سر سید شجر ممنوعہ کے پاس جانا یا اس کا پھل کھانے سے انسان کی فطرت کی اس حالت کا بیان ہے مراد لیتے ہیں جب کہ وہ اوامر و نواہی کا مکلف ہوا۔[65] غلام احمد پرویز شجر موعنہ کی تعبیر کرتے ہیں کہ عربی زبان میں الگ الگ ہونے کو مشاجرت کہتے ہیں، اسی کا نام وہ شجر ہے جس کے قریب جانے سے انسان کو روکا گیا تھا۔ اسی مشاجرت کا نتیجہ کیا ہوا؟ ارض (سامان معیشت یا رزق کے سر چشمے) مختلف لوگوں نے اپنی اپنی ملکیت میں لے لئے اور اسی طرح

وہی سامان زیست جو اس سے پہلے اس طرح فراوانی سے ملتا تھا اس کا حصول مشقت طلب ہو گیا۔[66] غلام احمد پرویز تاریخی لحاظ سے انسانیت کو پیش آنے والے واقعات کی صورت میں شجر ممنوعہ کی تشریح کرتے ہیں، علامہ اسد شجر ممنوعہ کو تمثیلی قرار دیتے ہوئے اس کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں کہ درخت دراصل اللہ تعالی کی طرف سے انسان پر لگائی گئی حدود و قیود کی تمثیل ہے ۔یہ وہ حدود و قیود ہیں جو مختلف اعمال کرنے اور نہ کرنے کے حوالے سے اللہ تعالی نے ہر انسان پر لگائی ہیں۔ایسی خواہشات جن سے اللہ تعالی کی قائم کردہ حدود پامال ہوں ان کی طرف جانے سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے۔[67]

خلاصہ بحث

قصہ ءآدم میں موجود چار اہم چیزیں، اسماء، جنت، سجدہ اور شجر کے بارے میں روایت پسند مفسرین نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں، اسماء سے بعض روایت پسند علماء بھی جدید تعبیر اختیار کرتے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں یعنی اسماء سے مراد تمام انسانوں میں اللہ تعالی نے علم کی جستجو رکھ دی، جنت کے بارے میں اگرچہ اختلاف ہے مگر جمہور نے اسے ابدی جنت ہی قرار دیا اور یہی مضبوط مؤقف ہے، سجدہ سے مراد سجدہ تعظیمی یا عبادت ہو سکتا ہے دونوں اقوال کو اختیار کیا گیا ہے لیکن بعض روایت پسند علماء نے سجدہ سے مراد فرشتوں کا انسانوں کے لیے مسخر ہو جانا بھی قرار دیا ہے جو کہ درست ہے، شجر کے بارے میں بہت سے اقوال موجود ہیں کسی نے بھی کسی ایک کو ترجیح نہیں دی اور نہ کسی نے اس کی کوئی جدید تعبیر بیان کی ہے دوسری طرف جدیدت پسند علماء کی تعبیرات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے قصہ ءآدم کو تمثیلی قرار دیتے ہوئے لفظ آدم کا اطلاق پوری انسانیت پر کیا ہے ۔قصہ ءآدم کے نمایاں پہلوؤں کی تعبیرات مختلف انداز سے کیں ہیں، مجموعی طور پر تمثیلی انداز سے بھی دوطرح سے اس کی تفہیم کی گئی ہے اول یہ کہ یہ انسان کی فطرت کا بیان ہے جسے تمثیلی انداز میں بیان کیا گیا جیسا کہ سر سید احمد خان اور علامہ اسد بیان کرتے ہیں دوئم یہ انسانی تاریخ کا بیان ہے جسے تمثیلی انداز سے بیان کیا گیا ہے، غلام احمد پرویز اور علامہ اقبال کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسماء اور سجدے کو تو تمثیلی قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اس پوری قصے کو تمثیلی قرار دینا ان تمام صحیح الاسناد احادیث سے چشم پوشی ہے جن میں آدمؑ کی تخلیق کا ذکر روایتی انداز میں کیا گیا ہے۔

حوالاجات

[1] البقرہ30:02۔39۔

[2] الاعراف11:07۔25۔

[3] الحجر26:15۔44۔

[4] الاسراء61:17۔

[5] الکہف50:18۔

[6] طہ116:20۔123۔

[7] ص38:71-88۔

[8] طہ115:20

[9] العمران33:03۔

[10] العمران:59:03۔

[11] ابو نصر اسماعیل بن حماد جوہری، الصحاح، (بیروت: دار العلم للمابین،1407ھ)1858:05۔

[12] ابراہیم مصطفی، احمد الزیات، حامد عبد القادر، محمد النجار، المعجم الوسیط، (بیروت: دار الدعوۃ،1431ھ)10:01۔

[13] محمد بن عیسی ترمذی، سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ، رقم الحدیث1087۔

[14] جلال الدین سیوطی، الدر المنثور، (بیروت: دار الفکر،1431ھ)120:01،

[15] مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام، رقم الحدیث:7054۔

[16] محمد بن عیسی ترمذی، جامع الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث:2955:۔

[17] مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسی علیھما السلام، رقم الحدیث:6744۔ حضرت موسیٰ نے کہا: آپ وہ آدم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور آپ میں اپنی روح کو پھونکا اور آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو اپنی جنت میں رکھا، پھر آپ نے اپنی غلطی سے لوگوں کو جنت سے نکلوا کر زمین میں اتروادیا؟

[18] مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب خلق الانسان خلقا لا یتمالک، رقم الحدیث:6649۔

[19] ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دار طیبۃ،1420ھ)85،92:01۔

[20] مولانا عبد الکریم اثری، تفسیر عروۃ الوثقی (گجرات: مکتبۃ الاثریہ،1994ء)229:1۔

[21] Muhammad Asad, The message of the Quran (Gibralter: Dar-al-Andalus,1980 A.D)205.

[22] سر سید احمد خان، تفسیر القرآن الکریم (لاہور: رفاہ عام ٹیم پریس، س،ن)63۔ اسی متعلق مزید بحث سر سید نے اسی تفسیر میں صفحہ 60 پر کی ہے۔ اس بارے میں سر سید احمد خان کو مؤقف یہ ہے کہ یہ اللہ تعالی نے انسانی فطرت کا حال لفظوں میں مکالمے کی صورت میں بیان کیا ہے یہ کوئی تاریخی واقعہ نہیں ہے علماء نے بائبل سے آدم اور حوا کا کردار اخذ کیا ہے جس کے نتیجے میں وہ قصہ ء آدم کو خدا، ابلیس اور فرشتوں کے درمیان ہونے والے مباحثہ یا جھگڑا قرار دیتے ہیں جو بالکل بھی درست نہیں۔

[23] غلام احمد پرویز، ابلیس وآدم (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ،2000ء)40۔ غلام احمد پرویز بھی قصہ ء آدم کو آدمی کی سرگزشت قرار دیتے ہیں اور یہاں اسی سرگزشت کو اللہ تعالی نے تمثیلی انداز میں بیان کیا ہے۔

[24] خلیفہ عبد الحکیم، فکر اقبال (لاہور: المعارف،1988)664۔ اس حوالے سے خلیفہ عبد الحکیم نے یہ واضح کیا ہے کہ اقبال کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن نے آدم کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے وہ کسی ایک فرد کا بیان نہیں بلکہ نوع انسان کی نفسیات اور اس کے ممکنات کا بیان ہے۔

[25] محمود بن عبد اللہ آلوسی، روح المعانی (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1431ھ)391:02۔

[26] محمود بن عبد اللہ آلوسی، روح المعانی،391:02۔

[27] ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: داراحیاء التراث العربی،1420ھ)137:19۔

[28] شیخ اکبر محی الدین ابن االعربی، فتوحات المکیہ (مکہ مکرمہ: مکتبہ الاحیاء التراث، ب ت)549:03۔

[29] شیخ اکبر محی الدین ابن االعربی، فتوحات المکیہ،348:03۔

[30] ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، مرتب حافظ خالد محبوب (لاہور: انجم خدام القرآن، س،ن)107:03۔

[31] عبد الوہاب النجار، قصص الانبیاء (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ب،ت)23۔

[32] ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دار طیبۃ،1420ھ)222،223:01۔

33 ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 01:223۔

34 مولانا عبد السلام بھٹوی، تفسیر القرآن الکریم (لاہور: دارالاندلس، س، ن) 01:62۔

35 علامہ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن (لاہور: رومی پبلکیشنز، 2009ء) 01:338۔

36 سر سید احمد خان، تفسیر القرآن الکریم، 63۔

37 ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی، انوارالتنزیل واسرارالتاویل (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 1418ھ) 1:69۔ یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ علامہ بیضاوی نے آدمؑ کو تعلیم کردہ اسماء کے بارے میں یہی رائے اختیار کی ہیں لیکن وہ آدم کو بطور خاص شخصیت اور انسان اول تسلیم کرتے ہیں۔

38 Muhammad Asad, The message of the Quran ,9.

39 سید ابوالاعلی مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، س ن) 01:63۔

40 ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 01:232۔

41 ایضا۔

42 ایضا۔

43 ایضا۔

44 سعیدی، تبیان القرآن، 01:340۔

45 بھٹوی، تفسیر القرآن الکریم، 01:62۔

46 مودودی، تفہیم القرآن، 01:65، 64۔ یہاں مولانا مودودی جدیدیت پسند علماء کی تعبیر نقل کرتے ہوئے اسے امکان کی حد تک درست قرار دیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ سجدہء آدم کی روایتی تعبیر بھی نقل کرتے ہیں اور اسے بھی درست قرار دیتے ہیں، گویا ان کے نزدیک دونوں معنی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

47 سر سید احمد خان، تفسیر القرآن الکریم، 65۔

48 ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی، انوارالتنزیل واسرارالتاویل، 01:71۔ یہاں اس بات کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ امام بیضاوی نے سجدہ سے مراد فرشتوں کا انسانوں کے آگے فرمانبرداری اور اطاعت کا مظاہرہ کرنا لیا ہے، مگر انہوں نے اس پورے واقعہ کو تمثیلی قرار نہیں دیا البتہ صرف سجدہ کرنے کے معنی کو ان کی رائے میں تمثیلی قرار دیا جاسکتا ہے۔

49 غلام احمد پرویز، ابلیس و آدم (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 2000ء) 60۔

50 Muhammad Asad, The message of the Quran,9,204.

51 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 01:75۔

52 ایضا۔

53 سعیدی، تبیان القرآن، 01:345، 344۔

54 بھٹوی، تفسیر القرآن الکریم، 01:64۔

55 مودودی، تفہیم القرآن، 01:66۔

56 سر سید احمد خان، تفسیر القرآن الکریم، 67۔

57 غلام احمد پرویز، ابلیس و آدم، 51۔

Muhammad Iqbal, The Reconstruction of Religions Thought in Islam, 85[58]

علامہ اقبال، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، مترجم سید نذیر نیازی، 127، 126۔

[59] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 234:01۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، مترجم علامہ محمد اکرام الازہری، علامہ محمد سعید الازہری، محمد الطاف الازہری، 143:01، 142۔

[60] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 235:01۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، مترجم علامہ محمد اکرام الازہری، علامہ محمد سعید الازہری، محمد الطاف الازہری 143:01۔

[61] ابو جعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (مکۃ المکرمہ: دار التربیۃ والتراث، ب،ت) 521:01، 520۔

[62] بھٹوی، تفسیر القرآن الکریم، 63:01۔

[63] سعیدی، تبیان القرآن، 345:01۔

[64] مودودی، تفہیم القرآن، 66:01۔

[65] سرسید احمد خان، تفسیر القرآن الکریم، 67۔

[66] غلام احمد پرویز، ابلیس و آدم، 52۔

[67] Muhammad Asad, The message of the Quran ,484.